عائلی نظام میں معاشرۃ بالمعروف کا تصور اور اس کا اطلاق اسلامی تناظر میں

*کلثوم پراچہ

**منزہ حیات

Abstract

The conjugal rights of the two partners in a matrimonial pact belong to social and economic limits according to Islamic Shariah. The title of *Muāshrat bil Ma'rūf* is taken up to perform those rights and social able relations in a well-disciplined manner. Under this principle the couple has the unanimous privileges and rights of living a pleasant social life, having a matrimonial relation, trying to get issue, rearing up their offspring, avoiding ingratitude behaviour and adopting peaceful ways when they get crossed, or being separated from each other. While the husband has the duty sustaining homely discipline and providing harmonious atmosphere, on the contrary the wife has household responsibilities. And she not only has the right of getting the mandatory heritage and dower (Mehr) or giving it to anybody as gift, but also has the legal right to get the livelihoods of life according the need of hour. Today, the conjugal system in Pakistani society is dwindling to destruction due to its digression from the Quranic doctrines of *Muāshrat bil Ma'rūf* and its clauses as mentioned in Hadith. The obvious results of deviation for the doctrine seem to be the strife of unnecessary superiority and domination between the better halves, carelessness in bringing up the offspring in right direction, and negligence in regard of the elders. The following article narrates the concept of *Muāshrat bil Ma'rūf* and it present applications in connubial system in the Islamic concept.

Keywords: Conjugal Pact, Socialable Relations, Ingratitude Behaviour, Authority Abusing, Role of Family.

زوجین کے مابین شرعی ضابطہ کے مطابق جب عقد نکاح اور عائلی معاہدہ پایہ تکمیل کو پہنچتا ہے تو اس کے نتیجہ میں فریقین کو مخصوص شرعی حقوق اور عائلی اختیارات حاصل ہو جاتے ہیں، اختیار کا لفظ اردو زبان میں جن معانی کے لئے استعمال ہوتا ہے ان میں پسند کرنا، قبول، منظور، اجازت، قدرت، حکومت، حق اور منصب شامل ہیں، اس کی جمع اختیارات ہے۔[1]

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ و تقابلِ ادیان، دی ویمن یونیورسٹی ملتان۔

** اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علومِ اسلامیہ، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔

[1] فیروز الدین، مولوی، **رنگین فیروز اللغات اردو**، (لاہور: فیروز سنز، ۲۰۱۱ء)، ۷۷

اسلامی فقہ میں عائلی اختیارات، ان حقوق کے ضمن میں ذکر کئے جاتے ہیں جو زوجین کو معاہدہ نکاح وجود میں آتے ہی حاصل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ استاذ مصطفی الزرقا (م ۱۹۹۹ء) نے حق کی درج ذیل تعریف میں اس کو شامل کیا ہے، ڈاکٹر وھبہ الزحیلی نے اس تعریف کو عمدہ قرار دیا ہے۔

"الحق: هو اختصاص يقرربه الشرع سلطة اوتكليفا"[2]

"حق اس مخصوص تعلق کا نام ہے جس کو شریعت نے بطور اختیار یا ذمہ داری کے متعین کیا ہے۔"

ازدواجی معاہدہ کے نتیجہ میں فریقین کو جو عائلی اختیارات اور حقوق حاصل ہوتے ہیں، وہ سماجی اور مالی دائرہ کار سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کو معاشرۃ بالمعروف کے عنوان کے تحت زیرِ بحث لایا جاتا ہے، معاشرۃ کا لفظ عربی زبان کا لفظ ہے جو دو طرفہ عمل کو ظاہر کرتا ہے۔ جس کے لیے عربی لغت میں مخالطہ، ممازجۃ، مشارکۃ اور مساواۃ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں یعنی مساوی طور پر باہم مل جل کر اور گھل مل کر زندگی بسر کرنا، اسی لئے عشیر، قبیلہ کو کہتے ہیں کہ وہ یکجا اور مل جل کر رہتا ہے، اسی طرح یہ لفظ قرابتدار، دوست اور شریکِ حیات کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔[3] جب کہ معروف سے مراد وہ امر جو شرعی، عرفی، عقلی اور مروءۃ (اچھی ساکھ) کے لحاظ سے مستحسن ہو۔[4]

قرآن حکیم میں مذکور ہے:

"وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ"[5]

"اپنی ازواج کے ساتھ معروف طریقہ سے زندگی بسر کرو۔"

آنحضور ﷺ کی عائلی زندگی اسی معاشرۃ بالمعروف کا عملی نمونہ اور آپ کی حیاتِ مبارکہ کے دیگر پہلوؤں کی طرح آپ کے سیرت و کردار کا حقیقی آئینہ ہے۔ معاشرہ میں بڑے سے بڑا آدمی تصور ہونے والا، اپنے گھریلو نظام

---

[2] وھبۃ الزحیلی، ڈاکٹر (م ۲۰۱۵ء)، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، (پاکستان: کوئٹہ، المکتبہ الرشیدیۃ)، ۴: ۹

[3] منظور الافریقی، محمد بن مکرم بن علی، ابوالفضل، جمال الدین الانصاری، (م ۷۱۱ھ) لسان العرب، مادہ "عشر" دار صادر، بیروت الطبعۃ الثالثہ، ۱۴۱۴ھ؛ احمد بن محمد بن علی الفیومی، ابو العباس (۷۷۰ھ) المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، (بیروت: المکتبہ العلمیہ)، ۲: ۴۱۰؛ الثعالبی، ابوزید عبد الرحمٰن بن محمد (۸۷۵ء) الجواھر الحسان فی تفسیر القرآن، تحقیق محمد علی معوض وعادل احمد، (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۸ھ)، ۲: ۱۹۵

[4] الشیخ علوان، نعمۃ اللہ بن محمود النخجوانی (۹۲۰ھ) الفواتح الالھیۃ والمفاتیح الغیبیۃ الموضحۃ للکلم الفرقانیۃ والحکم الفرقانیۃ، (مصر: داررکابی النشر، الغوریہ، ۱۹۹۹ء)، ۱: ۱۴۷؛ محمد رشید بن علی رضا (۱۳۵۴ھ) تفسیر المنار، الھیئۃ المصریۃ العامہ للکتاب ۱۹۹۹ء)، ۴: ۳۷۴

[5] النساء: ۱۹

میں زیادہ معتبر خیال نہیں کیا جاتا، لیکن اس کسوٹی پر ہم نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی سیرت کو جانچتے ہیں تو اس میں بھی آپ مقتدیٰ اور صاحبِ اسوہ حسنہ ہیں۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی عائلی زندگی معاشرۃ بالمعروف کا اعلیٰ نمونہ تھی۔ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نہ صرف خود معاشرۃ بالمعروف پر عمل پیرا تھے بلکہ صحابہ کرام کی بھی اس پر تربیت فرمائی۔ درج ذیل نصوص اس امر کی شاہد ہیں۔

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم نے فرمایا:

''خیرکم خیرکم لأهله، وانا خير كم لأهلي ''[6]

''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے لئے بہتر ہے، اور میں تم سب کی نسبت اپنے گھر والوں کے لئے بہترین ہوں۔''

ایک اور حدیث نبوی ہے:

''اکمل المؤمنین احسنهم خلقا، وخيار كم خياركم لنسائهم '' [7]

''کامل ایمان والے، تم میں سے بہترین اخلاق والے ہیں اور تم میں بہترین وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے لئے بہترین ہیں۔''

حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

''انی لأحب أن أتزين لامرأتي كما أحب أن تتزيّن لی ''[8]

''میں پسند کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کے لئے زیب وزینت اختیار کروں جیسا کہ مجھے یہ پسند ہے کہ وہ میرے لئے بناؤ سنگھار کرے۔''

حضرت ابوہریرہؓ، رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا ارشاد روایت کرتے ہیں:

''وان استمتعت بها استمتعت بها وفيها عوج ''[9]

---

[6] الترمذی، السنن، باب فی فضل ازواج النبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم، الترمذی، محمد بن عیسیٰ بن ثورہ بن موسیٰ، ابو عیسیٰ، الامام (م۲۷۹ھ) الجامع، تحقیق احمد محمد شاکر وغیرہ، (مصر: مطبعۃ مصطفی البابی الحلبی، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۳۹۵ھ / ۱۹۷۵م)، ۵: ۷۰۹، حدیث نمبر: ۳۸۹۵

[7] ایضاً، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، ۳: ۴۵۸، حدیث نمبر: ۱۱۶۲

[8] القرطبی، **الجامع لاحکام القرآن**، القرطبی، محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح، ابو عبد اللہ الانصاری، الخزرجی، شمس الدین (م ۶۷۱ھ) الجامع لاحکام القرآن، **تفسیر القرطبی**، تحقیق احمد البردونی، (القاہرہ: دار الکتب المصریۃ، طبعۃ ثانیۃ ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴م)، ۵: ۹۷

"یعنی بیوی میں کجی کے باوجود شوہر کو اس کے ساتھ بہتر زندگی بسر کرنی چاہیے اور اس کی طرف سے بدسلوکی نہیں ہونی چاہیے۔"

نیز آپ نے فرمایا:

"استوصوا بالنساء خيرا فانهن عوان عندكم "[10]

"خواتین کے بارے میں بھلائی کی تاکید قبول کرو کہ وہ تمہارے پاس پابند ہیں۔"

قرآن حکیم اوراحادیث میں عائلی معاہدہ کی اساس کے طور پر "معاشرۃ بالمعروف" کا جامع عنوان اس امر کی نمائندگی کرتا ہے کہ عائلی معاہدہ کی بقاء دراصل اسی اصول پر ہے کہ زوجین میں سے ہر ایک اپنے شریک حیات کے ساتھ معروف طریقہ سے زندگی بسر کرے۔ حسن معاشرۃ کے لئے ضروری ہے کہ فریقین ایک دوسرے کی ناگوار باتوں پر حساس ہونے اور نامناسب رد عمل کے اظہار کی بجائے اپنے اندر وسعت نظری اور تحمل وبرداشت کی عادت کو پروان چڑھائیں، ایک دوسرے کی ظاہری یا جزوی خامیوں کے برعکس پائیدار اور زیادہ وسیع خوبیوں سے مستفید ہوں اور عائلی زندگی کو بہتر اور خوشگوار بنائیں۔

معاشرۃ بالمعروف کے تحت پر زوجین سماجی طور پر زوجین خوشگوار زندگی بسر کرنے، ازدواجی تعلق قائم کرنے، اولاد کے حصول یا عدم حصول (عزل) کی کوشش کرنے، اولاد کی پرورش کرنے (حضانتہ) نزاع (نشوز، شقاق) کی صورت میں مصالحانہ رویے اپنانے یا علیٰحدگی حاصل کرنے جیسے مشترکہ اختیارات کے حامل ہوتے ہیں، جب کہ معاشرتی طور پر شوہر کے پاس گھریلو نظم وضبط قائم کرنے اور تعدد ازدوج کی صورت میں عدل کی مسئولیت اور بیوی کے پاس خانگی امور کی دیکھ بھال کی ذمہ داری ہوتی ہے، جب کہ مالی طور پر باہمی وراثت کے حصول کے علاوہ بیوی کو مہر کی وصولی اور وصولی کے بعد ھبہ کرنے اور عصری تقاضوں کے مطابق ضروریات زندگی کے حصول کا حق حاصل ہوتا ہے۔

اسلامی شریعت کی نظر میں اختیارات کا استعمال متعین حدود میں ہی معتبر ہے اس لیئے دیگر اختیارات کی مانند عائلی اختیارات کا استعمال بھی مطلق العنانیت پر مبنی نہیں ہے کہ ایک فریق اپنے اختیار کے استعمال سے

---

[9] باب المداراۃ مع النساء، البخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، الامام (م٢٥٦ھ) الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تحقیق محمد زهیر بن ناصر الناصر، (دار طوق النجاۃ، طبعۃ اولیٰ، ١٤٢٢ھ)، ٧: ٢٦، حدیث نمبر: ٥١٨٤

[10] الترمذی، السنن، حدیث نمبر: ١١٦٣، حدیث حسن صحیح

دوسرے فریق کی مصلحت ومفاد کو زک پہنچائے کہ یہ معاشرۃ بالمعروف کے منافی ہے، اسی لئے اسلامی شریعت میں ان اختیارات کے استعمال کے حوالہ سے بنیادی ضوابط کی نشاندہی کی گئی جن سے معاشرۃ بالمعروف کا واضح تصور سامنے آتا ہے، مثلاً:

i۔ عائلی اختیارات کا ایسا استعمال درست نہیں جس سے دوسرے فریق کو ضرر پہنچے، جیسے طلاق رجعی کے بعد شوہر کو عدت میں رجوع کا اختیار حاصل ہے۔ لیکن اگر رجوع کا مقصد بیوی کو جسمانی یا ذہنی اذیت پہنچانا ہو تو یہ ممنوع ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

''وَ لَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا ''[11]

''بیویوں کو ضرر کی نیت سے مت روک کے رکھو کہ تم ان پر زیادتی کرو۔ ''

ii۔ عائلی اختیارات کے استعمال کے پس منظر میں کوئی غیر شرعی مقصد نہ ہو، جیسے مخصوص میعاد کی نیت سے عقد نکاح کرنا یا بلا کسی معقول وجہ کے حصول اولاد سے احتراز کی کوشش کرنا، کیونکہ شریعت کی نظر میں محض الفاظ اور معاملہ کی ظاہری ساخت کو نہیں بلکہ اس کے مقاصد ومحرکات کو بھی ملحوظ رکھا جاتا ہے جیسا کہ فقہی قاعدہ ہے:

''العبرة فى العقود للمقاصد والمعانى لا للالفاظ والمبانى ''[12]

iii۔ عائلی اختیارات کے ایسے استعمال سے گریز لازم ہے جس سے فائدہ کے مقابلہ زیادہ نقصان کا اندیشہ ہو جیسے حصول اولاد کی کوشش میں عورت کی جسمانی ونفسیاتی صحت کی نوعیت کو نظر انداز کر دینا درست نہیں کہ شریعت کی نظر میں دفع مضرت کو، جلب منفعت پر ترجیح ہوتی ہے۔ [13]

iv۔ عائلی اختیارات کا بے جا استعمال درست نہیں جیسے شوہر کا بیوی پر اپنے قریبی اعزّہ سے ملاقات پر پابندی لگانا، اختیارات کا بے جا استعمال ہے جو موجب ضرر ہے اور حدیث نبوی میں ضرر میں پہل کرنا یا ضرر کے رد عمل میں ضرر پہنچانا ممنوع قرار دیا گیا ہے۔

---

[11] البقرۃ: ۲۳۱

[12] سید سابق (م ۱۴۲۰ھ) **فقہ السنۃ**، (بیروت: دار الکتاب العربی، ۱۳۹۷ھ / ۱۹۷۷م)، ۳: ۴۸

[13] وزارہ الاوقاف والشئون الاسلامیہ، (کویت: الموسوعۃ الفقہیہ الکویتیہ، ۱۴۰۴ تا ۱۴۲۷ھ)، ۶: ۲۴۵

''لاضرر ولا ضرار''[14]

v۔ عائلی اختیارات کے استعمال میں لاپرواہی برتنا بھی درست نہیں جیسے مذاق میں طلاق کے الفاظ کا استعمال حدیث نبوی کی رو سے اس طرح نتیجہ خیز ہوتا ہے جیسے ان الفاظ کا سنجیدگی سے استعمال ہوتا ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

'' وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ''[15]

''احکام خداوندی کو مذاق کا نشانہ مت بناؤ۔ ''

اسلامی فقہ میں حاصل اختیارات کا ایسا بے جا استعمال جس میں مذکورہ ضابطوں کی پابندی نہ کی جائے، ''تعسف'' کہلاتا ہے[16]۔ عائلی نظام میں تعسف، درحقیقت معاشرۃ بالمعروف کی اساس کی نفی کرتا ہے۔

اس لیئے عقد نکاح اور عائلی معاہدہ کے نتیجہ میں زوجین معاشرۃ بالمعروف یعنی معروف طریقہ سے یعنی حدود فطرت میں رہ کر زندگی بسر کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کے ساتھ رہنا ان کی بنیادی ذمہ داری قرار پاتی ہے، جس میں ایک دوسرے کے احساسات وجذبات کا خیال رکھنا، ایک دوسرے کے اعتماد کو ٹھیس نہ پہنچانا اور ذہنی وجسمانی اذیت سے احتراز کرنا جیسے امور شامل ہیں۔

قرآن حکیم نے طبعی ناگواری کے باوجود معاشرۃ بالمعروف کے ثمرہ اور نتیجہ کے طور پر خیر کثیر (بہت بڑی بھلائی) کا ذکر کیا ہے اور معاشرہ کے لئے ایک مستحکم پائیدار متوازن عائلی نظام یقیناً خیر کثیر اور بہت بڑی نعمت ہے۔

ارشاد ربانی ہے کہ:

''فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ''[17]

قرآن وحدیث میں مرد کو بیوی سے جس معاشرۃ بالمعروف کا حکم دیا گیا اس کا لازمی تقاضہ ہے کہ بیوی اس کے حسن سلوک کی قدر کرے، باہمی تعاون کی فضا کو پروان چڑھائے اور ناقدری کے رویے سے اجتناب

---

[14] ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، ابوعبداللہ (م ۲۷۳ھ) السنن (تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی) باب من بنی فی حقہ مایضر، (مصر: داراحیاء الکتب العربیۃ، فیصل عیسیٰ البابی الحلبی، (ت۔ن)، حدیث نمبر: ۲۳۴۰

[15] البقرۃ: ۲۳۱

[16] وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، ۴: ۴۱

[17] النساء: ۱۹

برتے۔ **حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:** اُرِیتُ النّارَفاِذااَکثَرُ اَھلِھَا النِّساءُ یَکفُرنَ قِیلَ اَیَکفُرنَ بِاللہِ قَالَ یَکفُرنَ العشِیرَوَ یکفُرنَ الاحسانَ لَواَ حسَنتَ اِلَی اِحدَاھُنَّ الدَّھرَثُمَّ رَاَت مِنکَ شَیئاًقَالَت مَا رَاَیتُ مِنکَ خَیراًقطُّ [18]

مجھے دوزخ کی آگ دکھائی گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں عورتیں بہت ہیں، وہ کفر کا ارتکاب کرتی ہیں، تو صحابہ کرامؓ نے سوال کیا کہ کیا جہنم میں جانے والی عورتیں اللہ کے ساتھ کفروانکار کا برتاؤ کرتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا(نہیں) خاوند کی ناشکر گزار ہوتی ہیں (یعنی بظاہر انکارِ خدا نہیں کرتی مگر اسی کے ابتدائی شعبہ میں مبتلا ہیں) اور حسنِ سلوک کی ناقدری کرتی ہیں، اگر ایک عورت سے ساری عمر احسان کرو پھر وہ (ایک ذراسی) کوئی ناگوار بات تم سے دیکھے (جس کو پسند نہ کرتی ہو) تو کہنے لگتی ہے میں نے تجھ سے کبھی کوئی بھلائی نہیں پائی۔ اس حدیث سے احسان فراموشی کے گناہ کی شدت کا اندازہ ہوتا ہے۔ لہٰذا جس قدر بڑے احسان کو فراموش کیا جائے گا اور ناشکری کی جائے گی اسی قدر وہ کفر کے قریب ہوگا۔ اس حدیث کی روشنی میں یہ امر بھی واضح ہوتا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر نہایت کریم اور مہربان ہے اُسی طرح شوہر کو فراخ دل اور اپنے اجتماعی ادارے کی دل سوزی سے خدمت کرنے والا ہونا چاہیے۔ جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی مذکور ہوا کہ "تم میں سے بہترین وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں بہتر ہیں۔" [19] اوراس کے بعد انسانیت کی خدمت اس کا مقصود ہونا چاہیے۔ کیونکہ ایمان باللہ یا خدا پرستی کی ایک منزل انسان دوستی ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے:"جس نے لوگوں کی ناشکری کی وہ اللہ کا بھی ناشکر گزار ہے۔" [20]

لہٰذا اگر آدمی یہ مانتا ہے کہ سارے انسان اللہ کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور اس کو خالق حقیقی سے محبت ہے تو لازمی ہے کہ اسے اس کی مخلوق سے بھی محبت ہو اور اگر اسے مخلوق سے محبت نہیں تو وہ خدا کی محبت کے دعویٰ میں سچا نہیں۔ خدا پرستی کی پہچان اس دنیا میں تو یہی ہے کہ خدا پرست انسان کو خدا کے سارے بندوں سے محبت ہو اور وہ خدا کی خوشنودی، اس کی مخلوقات کی خدمت اور ان کی بہبودی میں ڈھونڈے۔

---

[18] البخاری، الجامع الصحیح، **کتاب الایمان**، باب کفران العشیر، ۱: ۱۵، حدیث نمبر: ۲۹

[19] الترمذی، السنن، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجھا، ۳: ۴۵۸، حدیث نمبر: ۱۱۶۲

[20] ایضاً، باب ماجاء الشکر لمن احسن الیک، ۴: ۳۳۹، حدیث نمبر: ۱۹۵۵

مذکورہ بالا حدیث میں خاوند کے لئے لفظ عشیر (وہ جس کے ساتھ زندگی بسر کی جائے) کا استعمال کیا گیا ہے جو اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ خاندان کا ادارہ درحقیقت دو افراد کے باہمی میل جول اور ان کے درمیان متوازن معاشرتی حیثیت سے تشکیل پاتا ہے۔ اُن میں حاکم و محکوم، آقا و غلام کا رشتہ کی بجائے "زوجیت" کا رشتہ ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے ہمسر اور جوڑ ہیں۔ یہی سبب ہے کہ عربی لغت میں "زوج" کا اطلاق مرد و عورت پر یکساں ہوتا ہے۔ جس سے دونوں کی مساوی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ یہ ادارہ (خاندان) دو افراد کے مابین ایک مساوی معاہدہ سے وجود پذیر ہوتا ہے۔ جس کی رو سے فریقین پر ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک فریق کی ذمہ داری ہے کہ وہ دوسرے کی معاشی و سماجی ضروریات کی کفالت و نگہبانی کرے تو اس کے جواب میں دوسرے فریق کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ خاندان کے مفاد میں نہ صرف تعاون کش رویے سے گریز کرے۔ جس کو حدیث میں "کفران" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کو تعاون فراہم کرے اور خانگی امور کا انتظام و انصرام سنبھالے۔ کیونکہ باہمی تعاون سے ہی ادارے پروان چڑھتے ہیں۔ مذکورہ حدیث میں "کفران العشیر" کی انتہائی جامع تعبیر اختیار کی گئی کہ ایک فریق میل جول اور تعاون کا رویہ اپنائے ہوئے ہے اور دوسرا دست تعاون کو جھٹک رہا ہے اور یوں اپنے لئے نفرت اور آگ دہکا رہا ہے جو روزِ قیامت دوزخ کی آگ کی شکل اختیار کرے گی۔[21]

قرآن حکیم نے عائلی معاہدہ کو "میثاق غلیظ"[22] سے تعبیر کیا ہے کہ اس معاہدہ سے زیادہ مضبوط اور مستحکم رشتہ اور قوی تر اعتماد کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ فریقین ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ بنتے ہیں اور یک جان دو قالب بن کر معاشرہ کو ایک مضبوط ادارہ فراہم کرتے ہیں۔

قرآن حکیم نے اس عائلی رشتہ کی گہرائی کو بیان کرنے کے لئے ایک اور منفرد اسلوب اختیار کیا اور کہا "هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ "[23]

عائلی معاہدہ کے دونوں فریق ایک دوسرے کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو چکے ہیں جیسے انسانی شخصیت کے لئے لباس کہ اس سے نہ صرف انسانی زندگی کی تکمیل ہوتی ہے، بلکہ انسان کی خامیوں کی پردہ پوشی کرتا ہے اور انسانی شخصیت میں نکھار و جمال پیدا کرتا ہے۔ لہٰذا معاشرۃ بالمعروف میں حسن صحبت، ایذاء رسانی کی روک تھام،

---

[21] سعید الرحمٰن، **ایمان کی چھاؤں میں**، (ملتان: بیکن بکس)، ۸۵

[22] النساء: ۲۱

[23] البقرہ: ۱۸۷

بلاوجہ حقوق کی ادائیگی میں ٹال مٹول کے رویہ سے اجتناب، خندہ روی سے معاملات انجام دینا اور احسان جتانے جیسے رویوں سے پرہیز شامل ہے۔ اسی صورت میں زوجین ایک دسرے کے ساتھ خوشگوار ماحول میں رہیں گے اور ایک دوسرے کی ازدواجی ضرورت کا خیال رکھیں گے۔ چنانچہ اگر شوہر "ایلاء" کرلیتا ہے یعنی ایک مخصوص مدت (جو چار ماہ سے کم نہ ہو) کے لئے اپنی بیوی کے قریب نہ ہونے کی قسم اٹھالیتا ہے تو بیوی سے قطع تعلق پر نہ صرف گنہگار ہو گا بلکہ چار ماہ کے اندر رجوع نہ کرنے کی صورت میں بیوی کو از خود طلاق بائن ہو جائے گی۔ [24] کیونکہ غیر معینہ مدت کے لئے بیوی کو اس طرح اذیت میں رکھنا کسی صورت اپنے اندر جواز نہیں رکھتا۔

اسی طرح اگر شوہر چھ ماہ سے زیادہ عرصہ حالت سفر میں رہتا ہے اور اس کے اپنی بیوی سے ملاقات کرنے میں کوئی عذر نہیں ہے تو اس کے لئے بیوی کے مطالبہ پر آنا لازم ہو گا۔ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت کا واقعہ ہے کہ وہ ایک موقعہ پر مدینہ منورہ میں گشت کررہے تھے تو انہوں نے ایک گھر سے ایک عورت کے جذباتی اشعار سنے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس عورت کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو پتہ چلا کہ اس کا شوہر راہ خدا میں ہونے کے سبب گھر سے دور ہے۔ چنانچہ اس کے پاس ایک عورت کو بھیج دیا جو اس کے ساتھ رہے اور اس کے شوہر کو واپس بلا بھیجا، پھر اپنی بیٹی ام المومنین حضرت حفصہؓ کے پاس گئے اور اس سے کہا اے بٹیا! یہ بتاؤ کہ عورت اپنے شوہر کے بارے میں کتنا عرصہ صبر کرسکتی ہے؟ انہوں نے کہا سبحان اللہ !اس بارے میں میں آپ جیسا آدمی مجھ جیسی عورت سے سوال کررہا ہے یعنی یہ سوال باپ بیٹی کے مابین موزوں نہیں ہے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا اگر مجھے مسلمانوں کی دیکھ بھال کا خیال نہ ہوتا تو تم سے بالکل دریافت نہ کرتا تو اس پر حضرت حفصہؓ نے پانچ چھ ماہ کی مدت کا ذکر کیا، چنانچہ حضرت عمر فاروقؓ نے جنگوں میں جانے اور ان میں مشغولیت کے لئے چھ ماہ کے وقت کا تعین کردیا کہ اس سے زیادہ کوئی شخص اپنے اہل خانہ سے دور نہ رہے۔ [25]

عہدِ حاضر میں بھی معاشرۃ بالمعروف کا اصول اسی وقت کار فرما ہوتا ہے کہ جب فریقین ایک دوسرے کے حقوق و جذبات کی پاسداری کرتے ہیں، اسی بنا پر جب شوہر کی ذمہ داری میں اپنی بیوی کے مالی و سماجی حقوق کی ادائیگی ضروری اور لازمی قرار دی گئی تو معاہدہ نکاح کے دوسرے فریق کے طور پر بیوی کو اس بات کا ذمہ دار قرار دیا گیا کہ وہ گھریلو نظم وضبط کو بروئے کار لائے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور اپنی بیٹی

---

[24] البقرۃ: ۲۲۶۔۲۲۷

[25] وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، ۷: ۳۳۰

حضرت فاطمہ الزھرہ رضی اللہ عنھا کے مابین کاموں کو اس طرح تقسیم کر دیا کہ بیرونی کاموں کی ذمہ داری حضرت علیؓ اور گھریلو نظم و نسق کی ذمہ داری حضرت فاطمہؓ کو سونپ دی گئی باوجود اس کہ وہ خواتین عالم کی سردار ہیں[26] اسی بنا پر زوجین کے مابین یہ عائلی تقسیم کار کی گئی ہے کہ بیوی شوہر کو اعتماد میں لے کر کوئی قدم اٹھائے اور خاص طور پر بیرون خانہ سرگرمیوں کے لئے اس کا اعتماد از بس ضروری ہے اور باہمی اعتماد کا فقدان ہی نشوز و اعراض کا سبب بنتا ہے، جو معاشرۃ بالمعروف کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیتا ہے، اسی طرح شوہر کی ذمہ داری قرار پاتی ہے کہ معاشرہ کے معروف طریقوں سے بالاتر ہو کر اپنے اختیارات استعمال نہ کرے۔

چناں چہ جس طرح شوہر کی معاشی اور سماجی ذمہ داریاں مسلّم ہیں جس کو قرآن حکیم نے تو"قوامون علی النسائ" کے عنوان سے ذکر کیا ہے اسی طرح بیوی کو داخلی امور کی امانت سونپی گئی ہے جس کو قرآن حکیم میں "حافظات للغیب بما حفظ اللہ"[27] کے عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے، کہ وہ شوہر کی عدم موجودگی میں گھربار، اولاد اور اپنی ذات کے حوالہ سے حفاظت کی ذمہ دار ہے، جس کو احادیث میں اس طرح واضح کیا گیا:

"اماحقکم علی نسائکم فلا یوطئن فرشکم من تکرھون، ولا یأذنّ فی بیوتکم لمن تکرھون"[28]

""تمہارا اپنی عورتوں پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر تمہارے ناپسندیدہ لوگوں کو نہ بیٹھنے دیں اور تمہارے گھروں میں ایسے لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جن کا آنا تمہیں ناگوار ہو۔"

رسول اللہ ﷺ نے قریش کی خواتین کی تعریف کرتے ہوئے ان کی دو صفات کو نمایاں کیا،

1۔اولاد کی کمسنی میں بہت مہربان و شفیق ہوتی ہیں(احناہ علی طفل فی صغرہ) 2۔اپنے شوہر کے مال کا بہت خیال رکھنے والی ہوتی ہیں۔"ارعاہ علی زوج فی ذات یدہ"[29]

قرآن حکیم میں معاشرۃ بالمعروف کے منافی رویوں کو ضرر، نشوز اور شقاق سے تعبیر کیا ہے، اور ان کو ممنوع اور ناجائز قرار دیا ہے۔

---

[26] ایضاً، ۷: ۳۳۴

[27] النساء: ۳۴

[28] الترمذی، السنن، باب ماجاء فی حق المرأۃ علی زوجہا، ۳: ۴۵۹، حدیث نمبر: ۱۱۶۳

[29] البخاری، الجامع الصحیح، کتاب النکاح، باب الی من ینکح وأی النساء خیر، ۷: ۶، حدیث نمبر: ۵۰۸۲

ارشاد خداوندی ہے:

''وَلَا تُضَآرُّوْھُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْھِنَّ ''[30]

''اور اپنی بیویوں کو ضرر مت پہنچاؤ تاکہ ان پر تنگی کرو۔''

نیز ارشاد ربانی ہے:

''وَ لَا تُمْسِکُوْھُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِکَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ''[31]

''اور بیویوں کو ضرر پہنچانے کے لئے مت روک کے رکھو کہ تم ان پر زیادتی کرو اور جو ایسا کرے گا وہ اپنی ذات پر ظلم کرے گا۔''

ضرر کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر وھبہ زحیلی لکھتے ہیں:

''ھوایذاء الزوج لزوجتہ بالقول اوبالفعل کا لشتم المقذع، والتقبیح المخل بالکرامۃ، والضرب المبرح، والحمل علی فعل ماحرم اللہ، والاعراض والھجرمن غیر سبب یبیحہ ونحوہ ''[32]

''شوہر کا بیوی کو زبانی یا عملی طور پر اذیت پہنچانا جیسے توہین آمیز گالی گلوچ، عزت نفس کو پامال کرتے ہوئے برا بھلا کہنا، تکلیف دہ تشدد، اللہ کی حرام کردہ کاموں کے ارتکاب مجبور کرنا، بلاجواز قطع تعلق وغیرہ۔''

گویا ہر قسم کی ذہنی، جسمانی اور نفسیاتی اذیت، ضرر کہلاتی ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔ علاوہ ازیں قرآن حکیم میں زوجین کی ایک دوسرے کے ساتھ بدمعاشگی کو نشوز [33] سے تعبیر کیا گیا ہے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

''وَاِنِ امْرَاَۃٌ خَافَتْ مِنْ م بَعْلِھَا نُشُوْزًااَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَیْھِمَآ اَنْ یُّصْلِحَا بَیْنَھُمَا صُلْحًا وَالصُّلْحُ خَیْرٌ '' [34]

''اگر عورت کو اپنے شوہر سے بدخوئی یا بے توجہی برتنے کا اندیشہ ہو تو ان پر کوئی حرج نہیں کہ وہ باہم معاملات پر سمجھوتہ کرلیں اور سمجھوتہ کرنا بہتر ہے۔''

---

[30] الطلاق: ۲

[31] البقرۃ: ۲۳۱

[32] وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، ۷: ۵۲۷

[33] ''نشوز'' دوسرے کو بے وقعت جان کر اس پر غیر ضروری بالادستی جتانے کو کہاجاتا ہے، ''نشز'' زمین کے بلند حصہ کو کہاجاتا ہے، عربی لغت میں زوجین کا ایک دوسرے کو ناپسند کرنا، سوء عشرۃ اور بدمعاملگی کو نشوز کہاجاتا ہے، ابن منظور الافریقی، لسان العرب، مادہ ''نشز''

[34] النساء: ۱۲۸

اسی طرح ارشاد ہوتا ہے کہ:

''وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیًّا كَبِیْرًا''[35]

''یعنی جن عورتوں سے بدخوئی کا اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ بجھاؤ اور بستروں میں علیٰحدہ کر دو اور سزا دو تو اگر وہ تمہارا کہنا مان لیں تو پھر ان پر زیادتی کا راستہ مت تلاش کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور بڑا ہے۔''

مذکورہ آیت میں عورت کی طرف سے بدمعاملگی پیش آنے کی صورت میں سب سے پہلے وعظ و نصیحت اور فہمائش کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس طرح کہ مرد کی طرف سے ایسی صورتحال پیش آنے پر صلح کی تلقین کی گئی تھی، گویا اول درجہ میں باہمی فہمائش سے کسی نتیجہ تک پہنچنے کی کوشش کی جائے گی۔ اس کی ناکامی کی صورت میں قطع تعلق اور تعزیری اقدامات کئے جائیں گے۔

بیوی کے نشوز کے کئی درجات ہوتے ہیں، ان میں شوہر کو اعتماد میں لئے بغیر کوئی اقدام کرنا، گھر سے باہر آمدورفت رکھنا، شوہر کے گھر آنے سے بلاوجہ انکار کر دینا، بدزبانی، گالی گلوچ اور ہاتھا پائی پر اتر آنا اور بے حیائی یا غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہونا شامل ہے۔ قرآن حکیم نے نشوز کی نوعیت کے اعتبار سے اس کا علاج تجویز کیا ہے کہ شوہر کو نظر انداز کرنے اور اس کو اعتماد میں لئے بغیر کسی کام کرنے پر اس کو فہمائش کی جائے گی اور اس کو خاندانی نظام کے باہمی تعاون کے اصول کی اہمیت کا شعور دلایا جائے گا، جب کہ بدزبانی اور گالی گلوچ کی صورت میں اس سے روزمرہ کی گفتگو منقطع کر کے اس سے شب بسری کا انتظام الگ کر دیا جائے گا۔ جب کہ ناپسندیدہ اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کی صورت میں ہلکی جسمانی سزا دی جائے گی۔

جیسا کہ حدیث نبوی ﷺ میں ارشاد ہے:

''استوصوا بالنساء خیرا فانهن عندکم عوان، لیس تملکون منهن شیئا غیر ذالک، الا أن یأتین بفاحشۃ مبینۃ، فان فعلن فاهجروهن فی المضاجع واضربوهن ضربا غیر مبرح، فان اطعنکم فلا تبغوا علیهن سبیلا ''[36]

''عورتوں کے بارے میں بھلائی کی وصیت قبول کرو کہ وہ بلاشبہ تمہارے پاس پابند ہیں، تم اس کے علاوہ ان سے کسی اور چیز کا اختیار نہیں رکھتے ہو سوائے اس کے کہ وہ کسی واضح بے حیائی کا ارتکاب کریں تو اگر ایسا کریں

[35] النساء: ۳۴

[36] ابن ماجہ، السنن، باب حق المرأۃ علی زوجھا، ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی، ابو عبد اللہ (م ۲۷۳ھ) السنن، تحقیق محمد فؤاد عبد الباقی، (مصر: داراحیاء الکتب العربیۃ، فیصل عیسیٰ البابی الحلبی، (ت۔ن)، ۱: ۵۹۴، حدیث نمبر: ۱۸۵۱

توان کو سونے کی جگہوں میں تنہا چھوڑ دو اور ہلکی مار کی سزا دو پھر اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو ان پر سختی کی کوئی راہ مت تلاش کرو۔"

مفسرین کی اکثریت نے مذکورہ نصوص سے شوہروں کے محدود شخصی اختیارات کا استنباط کیا ہے، جب کہ مولانا عبید اللہ سندھی کی رائے کے مطابق سورۃ النساء کی آیت نمبر 35 کی طرح دیگر نصوص میں مذکورہ اقدامات کے لیئے بھی خاندانی نظام کو مخاطب کیا گیا ہے۔[37] عصری حوالہ سے یہ رائے زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے کہ خاتون کے نامناسب رویے اور عائلی نظم وضبط سے انحراف پر اس کے خاندان کے افراد جیسے ماں باپ، عزیز واقارب وغیرہ تنبیہ وفہمائش کریں ، اور نہ ماننے کی صورت میں خاندان کا مشترکہ دباؤ اس پر بڑھایا جائے یہاں تک کہ بوقت ضرورت ناپسندیدہ اور غیر اخلاقی سرگرمیوں کی بناپر عورت کے سرپرستوں (والد وغیرہ) کی طرف سے ہلکی جسمانی سزا کی نوبت بھی آسکتی ہے تاوقتیکہ وہ گھریلو نظم وضبط کی اہمیت تسلیم کرلے، لیکن اگر معاملہ "شقاق" تک جاپہنچا ہے، یعنی زوجین کے درمیان باہمی تنازع پیدا ہو گیا ہے اور دونوں فریق اپنے اپنے موقف پر مصر ہیں تو اس کے لئے قرآن حکیم میں خاندانی پنچایت کے ذریعہ معاملہ کو حل کرنے کی جانب رہنمائی کی گئی ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

''وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا [38]''

"اور اگر تمہیں زوجین کے مابین کشیدگی کا اندیشہ ہو تو شوہر کے خاندان سے ایک فیصل اور بیوی کے خاندان سے ایک فیصل بھیجو، اگر یہ دونوں حالات سنوارنے کا فیصلہ کرلیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے مابین اتفاق پیدا کر دے گا، بلاشبہ اللہ بہت علم والا اور بہت خبر دار ہے۔"

زوجین عائلی معاہدہ کو چونکہ اپنے ارادہ سے وجود میں لاتے ہیں ، اس لئے وہ اس کے لازمی نتیجہ یعنی معاشرۃ بالمعروف کے پابند ہوتے ہیں کہ قرآن حکیم نے معاہدہ کی تکمیل کا حکم دیا ہے۔

جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

''وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۔اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلًا '' [39]

---

[37] عبید اللہ سندھی، مولانا، (م ۱۹۴۴ء) **المقام المحمود** ، تحقیق مفتی عبد القدیر، (لاہور: مکی دار الکتب، ستمبر ۱۹۹۷ء)، ۱: ۵۷۷

[38] النساء: ۳۵

[39] الاسراء: ۳۴

دیگر معاہدات کی طرح عائلی معاہدہ کو وجود میں لانا فریقین کے ارادہ کا رہین منت ہے کہ ان کے ارادہ کے باہمی اظہار کے بغیر معاہدہ وجود میں نہیں آتا، مگر اس پر مرتب ہونے والے آثار ونتائج اسلامی شریعت کے طے کردہ ہی ہوتے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر وھبۃ الزحیلی، فقہاء کے اس قول ''ان العقود أسباب جعلية شرعية لآثارها'' [40] کا ذکر کرتے ہوئے وضاحت کرتے ہیں کہ معاہدہ اوراس کے نتائج کا تعلق خود کار اور طبعی نہیں ہے بلکہ اس کو شارع نے متعین کیا ہے تاکہ لوگ ایک دسرے پر بے جا شرائط عائد کرکے حدود سے تجاوز نہ کریں اور طاقتور فریق، کمزور فریق سے من مانی شرائط پر مبنی معاہدہ مسلط نہ کردے۔

زوجین کے مابین عائلی معاہدہ طے پاتے ہی اسلامی شریعت کی روسے فریقین کچھ ذمہ داریوں کے پابند اور کچھ اختیارات کے مالک بن جاتے ہیں۔ یعنی اس کے لئے فریقین کو معاہدہ نکاح میں ان کا ذکر نہ صرف ضروری نہیں ہوتا بلکہ ان کی نفی کرنے کا معاہدہ بھی تعبیر نہیں ہوتا۔ مثلاً بیوی کو نکاح کے عائلی معاہدہ کے نتیجہ میں معاشرۃ بالمعروف اور مالی حقوق جیسے مہر اور نفقہ (ذاتی ضروریاتِ زندگی کی فراہمی) کی صورت میں مالی حقوق اور اختیارات حاصل ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اگر معاہدہ نکاح میں فریقین کے مابین یہ اتفاق رائے بھی ہوجائے کہ بیوی کو مہر اور نفقہ نہیں دیاجائے گا تو شریعت کی روسے یہ امر معاشرۃ بالمعروف کے منافی اور مسترد قرار پائے گا۔ لہٰذا عورت عرفی مہر کی مستحق ہوگی جو اس کے خاندان میں عام طور پر مروج ہو۔ اس کو اسلامی فقہ کی اصطلاح میں ''مہر مثل'' کہتے ہیں۔ اسی طرح وہ شرعی حوالہ سے نفقہ (ذاتی ضروریات زندگی) کے حصول کی بھی حقدار ہوگی۔ تاہم اگر معاہدہ نکاح کے وجود میں آنے کے بعد بیوی اپنے حق مہر سے کلی یا جزوی طور پر دستبردار ہوناچاہتی ہے تو اس کا اسے قانونی اختیار حاصل ہے۔ بہر حال اس میں بغیر کسی دباؤ یا تحفظات کے بیوی کی حقیقی اور کامل رضامندی کا ہونا بنیادی شرط ہے۔ اسی طرح بیوی اس نفقہ سے بھی دستبردار ہونے کا اختیار رکھتی ہے جو معاہدہ نکاح کے بعد شوہر کے ذمہ ہوچکا ہو اور وہ فراہم نہ کرسکا ہو۔ تاہم مستقبل کے نفقہ سے دستبرداری کا عندیہ محض ایک ارادہ ہے، جس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں لہٰذا اس حوالہ سے معاملات بدستور بیوی کے ہاتھ میں رہتے ہیں کہ وہ دستبرداری کے اظہار کے باوجود مطالبہ کا شرعی حق رکھتی ہے۔

[40] وھبۃ الزحیلی، **الفقہ الاسلامی وادلتہ**، ۴: ۲۰۱

ان عائلی اختیارات میں کچھ پہلو ایسے بھی ہیں جن میں حقوق اللہ یعنی اجتماعی حقوق بھی شامل ہیں، جو معاشرۃ بالمعروف کا لازمی تقاضہ ہیں اور ان سے دستبرداری کسی فریق کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے، مثلاً زوجین، عقد نکاح کے سبب باہمی جنسی تعلقات کے مجاز ہوتے ہیں، اب اگر باہم معاہدہ کے ذریعہ ان تعلقات کی نفی پر اتفاق ہو جائے تو یہ حدود سے تجاوز ہوگا۔ اسی طرح زوجین باہمی معاہدہ کے تحت ایک دوسرے کو کسی اور سے ایسے تعلق کی اجازت دے دیں تو یہ حق اللہ کی پامالی شمار ہوگی جو نہ صرف بدترین گناہ ہے بلکہ مستحق سزا جرم ہے، اسی طرح معاہدہ نکاح کے نتیجہ میں جو ازدواجی تعلق وجود میں آتا ہے، اس کے اثرات اس تعلق کو طلاق وغیرہ کی صورت میں باقاعدہ منقطع کرنے کے باوجود شریعت کی نظر میں قائم رہتے ہیں جیسے عدت (ازدواجی تعلق منقطع ہونے کے بعد ایک مخصوص مدت کی پابندی) اس میں بیوی کے نفقہ کا حق اور پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کا حق وغیرہ جن کو باہمی معاہدہ سے ختم نہیں کیا جا سکتا کہ ان کا تعلق ازدواجی اختیارات سے زیادہ اجتماعی حقوق سے ہے۔

آج اسلامی تعلیمات کی روشنی میں پاکستانی معاشرہ میں عائلی نظام کی سماجی صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے تو طلاق کی بڑھتی ہوئی شرح اور عدالتوں میں عائلی مقدمات میں اضافہ اس سنگین صورت حال کی غمازی کرتا ہے کہ معاشرۃ بالمعروف کے قرآنی اصول اور نبوی اسوہ سے روگردانی کے نتائج ہیں جو زوجین میں بے جا تفوق اور بالا دستی کی کش مکش، اولاد کی درست خطوط پر تربیت سے بے اعتنائی اور بزرگوں کی بے احترامی کی صورت میں ظاہر ہو رہے ہیں۔

نتائج:

1. قرآن حکیم نے زوجین کے مابین ہونے والے معاہدہ یا عقد نکاح کے لئے "میثاق غلیظ" یعنی ایک مضبوط پائیدار معاہدہ کا عنوان اختیار کیا ہے جس سے اس کی دیگر انسانی معاہدات کے مقابلہ پر منفرد اہمیت کا اظہار ہوتا ہے، اس میثاق و معاہدہ سے زوجین کے ان حقوق و فرائض کا بنیادی تصور واضح ہوتا ہے، جن کی نشاندہی اسلامی شریعت نے کی ہے۔
2. اسلامی شریعت کی نظر میں میاں بیوی کے مابین عائلی معاہدہ کی اساس فریقین کے درمیان کچھ لو اور کچھ دو کے خالص کاروباری اصول پر استوار نہیں بلکہ باہمی مودت و محبت کا وہ پاکیزہ جذبہ ہے جس کے تحت ہر فریق دوسرے کے لئے "لباس" کی مانند خوبصورتی کے اظہار اور کمزوریوں و خامیوں کی پردہ پوشی کا سبب بنتا ہے۔
3. اسلامی شریعت "معروف" کے فطری اصول پر زوجین کو اپنے عائلی امور کی انجام دہی کا متوازن راستہ متعین کرتی ہے جو شرعی، عقلی، عرفی اور مروءۃ کے نقطہ نظر پر استوار ہوتا ہے۔

4. معاشرۃ بالمعروف سے انحراف کو قرآن حکیم میں "نشوز" سے تعبیر کیا گیا خواہ اس کا مرتکب شوہر ہو یا بیوی اور اس کیفیت کے ازالہ کے لئے ان کے درمیان باہمی مفاہمت کے لئے مناسب تدابیر کی نشاندہی کی گئی ہے، یہ واضح رہے کہ کسی بھی فرد کے خلاف تعزیری اقدام کے لئے غیر جانبدار ادارہ یا فرد کا کردار لازمی ہوتا ہے اور تنازعہ کے فریقین کو اس بات کی اجازت نہیں ہوتی کہ وہ ازخود کوئی تعزیری اقدام کریں اور یہی اصول ازدواجی معاملات میں جاری ہو گا۔

5. اسلامی تعلیمات دراصل اس امر کی نمائندگی کرتی ہیں کہ اسلام کے متعین عائلی مقاصد اور قطعی نصوص شریعت کے دائرہ میں رہتے ہوئے زوجین، اصول مسامحت کے تحت عائلی اختیارات کے بارے میں کسی معاہدہ پر متفق ہو سکتے ہیں جس کی پاسداری ہر دو فریق پر لازم ہو گی اور اسی روح کے مطابق حسب ضرورت قانونی دفعات بھی مرتب کی جاسکتی ہیں۔

6. معاشرۃ بالمعروف کے منافی رویوں کی اصلاح کے لیئے خاندانی نظام حالات کے مطابق اپنا مؤثر اختیارات رکھتا ہے جو قرآن وحدیث میں مذکور طریق کار کو روبہ عمل لاکر معاملات کو سدھارنے کا ذمہ ہے۔

سفارشات:

- زوجین کے مابین ہونے والے معاہدہ نکاح کی شرعی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے اس میں کاروباری سوچ کی کارفرمائی کی حوصلہ شکنی کی جائے اور اس کو ایک سنت کی حیثیت میں انجام دے کر اس میں حائل مالی اور سماجی رکاوٹوں کا انسداد کیا جائے اور عقد نکاح کے انعقاد کو نہایت سادہ اور آسان بنایا جائے اور مالی بوجھ بننے والی رسوم ورواج کی قانونی طور پر اور سماجی سطح پر روک تھام کی جائے۔
- معاہدہ نکاح کی انجام دہی میں زوجین کی حیثیت میں توازن کو ملحوظ رکھا جائے، بے جوڑ رشتوں سے بہر صورت اجتناب برتا جائے۔
- زوجین کے اولیاء، معاہدہ نکاح کے انعقاد میں اپنی ترجیحات اور اپنی پسند وناپسند پر انحصار کرنے کی بجائے زوجین کے رجحانات، مفادات اور ترجیحات کو اساسی حیثیت دیں کہ یہی فریقین کے درمیان طے پانے والے معاہدہ کی روح ہے۔
- زوجین کے مابین ہونے والے معاہدہ کی بنیادی روح "معاشرۃ بالمعروف" کی اہمیت اجاگر کر کے زوجین کے باہمی تعلق کی متوازن نوعیت کا شعور اجاگر کیا جائے اور اس مقصد کے لئے مختلف سطحوں پر علمی سیمینارز کے اہتمام کے ساتھ خطبات جمعہ میں اس پر روشنی ڈالی جائے۔
- زوجین کے مابین ہونے والے عائلی معاہدہ اور اس کے نتیجہ میں عائد ہونے والے حقوق وفرائض کا شعور اجاگر کیا جائے، اور اس سلسلہ میں متعلقہ دینی تعلیمات کو گریجوایشن کی سطح پر لازمی نصاب تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔